© rasailojaraid.com

فقہ اسلامی میں تطبیق اور اس کی فکری بنیادیں

سعید احمد *

محمد اعجاز**

فقہی اختلاف کی تاریخ، اُس کی حیثیت وحقیقت، ائمہ مجتہدین کے اخلاص للّٰہیت اور مذاہب اربعہ کے مقام ومرتبہ پر نظر ڈالنے سے یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین کا بالعموم اور ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ) کا بالخصوص فقہی فروعی مسائل میں اختلاف نہ صرف مشروع ومحمود ہے بلکہ اِس میں اُمت کے لیے سہولت اور تخفیف بھی ہے۔ مذاہب اربعہ دراصل ایک ہی شجرۂ طوبیٰ کی شاخیں ہیں۔ یہ سب ایک دھڑ سے پیوستہ ہیں اور قرآنِ کریم کے بعد حدیث وسنت ہی اِن سب کا سرچشمہ ہے۔ پس فقہی فروعی مسائل میں نہ تو شدت ہونی چاہیے اور نہ ان میں باہمی منافرت۔ بلکہ اِن مسالک کے درمیان حدیث کی روشنی میں بقدرِ امکان تطبیق و توافق کی سعی ہونی چاہیے۔ فقہی مذاہب ومسالک کے مابین تطبیق کے ذریعے نہ صرف باہمی فروعی اختلافات کو کم کرنے میں مدد ملے گی بلکہ جدید مسائل کے حل کے ساتھ ساتھ باہمی رواداری کو بھی فروغ ملے گا۔ ذیل میں تطبیق کے معنی ومفہوم اور اُس کی فکری بنیادوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے۔

تطبیق کا مفہوم

''تطبیق''، باب تفعیل کا مصدر ہے جو ''طبق'' سے مشتق ہے جس کا معنی ہے:

"غطاء کل شیء"

''ہر چیز کو ڈھانپ لینا۔''

اس کی جمع ''اطباق'' ہے۔ اسی مادہ اشتقاق سے ''تطابق'' اور ''مطابقۃ'' ہے جس کا معنی ''اتفاق'' اور ''موافقت'' ہے اور شاید آسمانوں کو بھی اسی لیے ''طباق'' کا نام دیا گیا ہے جن میں تہ در تہ ہونے میں مطابقت پائی جاتی ہے۔(۱)

علامہ ابن منظور نے ''تطبیق'' کے مختلف استعمال ذکر کیے ہیں مثلاً

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور گریژن یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

** ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورستی، لاہور، پاکستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"طبق الغيث الأرض"

''بارش نے زمین کو ڈھانپ لیا۔''

"تطبيق فى الصلوٰة: جعل اليدين بين الفخذين فى الركوع"

''تطبیق فی الصلوٰۃ سے مراد ہے رکوع میں دونوں رانوں کے درمیان دونوں ہاتھ رکھنا۔''

"طبّق فلان اذا أصاب فص الحديث"

''طبق فلان'' اُس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی بات کی حقیقت تک پہنچ جائے۔''

"طبّق السيف إذا وقع بين عظمين"

''طبّق السیف'' اُس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب تلوار دو ہڈیوں کے درمیان گھس جائے۔''

''المطبّق من الرجال'' اُس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو صائب الرائے ہو۔

''تطبيق الفرس'' کا لفظ گھوڑے کو دوڑ کے میدان میں دوڑ کے قریب کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جب کہ ''التطبيق'' اصابة المفصل (جوڑ تک پہنچ جانے) کے لیے مستعمل ہے۔(۲)

امام جوہری نے مندرجہ بالا تفصیل کے علاوہ ''مطابقۃ'' کو موافقت اور ''تطابق'' کو اتفاق کے معنی میں بھی استعمال کیا ہے۔(۳)

ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا (م۳۹۵ھ) تطبیق کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"طبّق الحقّ إذا أصابه، من هذا، و معناه وافقه حتّى صار ما أراد وفقاً للحق مطابقاً له ثم يحمل على هذا حتى يقال: طبّق، إذا أصاب المفصل ولم يخطئه"(٤)

''''طبّق الحق''، اُس شخص کے لیے بولا جاتا ہے جو حق تک پہنچ جائے اسی وجہ سے اس کا معنی کیا جاتا ہے کہ اُس نے حق کی موافقت کی، یہاں تک کہ جو اُس کا مطلوب و مراد تھا وہ حق کے مطابق و موافق ہو گیا پھر اس کا استعمال ایسا وار کرنے کے لیے ہونے لگا جو جوڑ تک پہنچ جائے اور بالکل خطا نہ جائے۔''

ڈاکٹر روحی البعلبکی تطبیق کے متعدد معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''تطبیق: تنفیذ) Application, Implementation, Effectuation, Enforcement, Execution, Fulfillmnt, Putting into practice: تطبیقی) Applied; Practical(5)

مندرجہ بالا تفصیل سے لفظ ''تطبیق'' ڈھانپ لینا، قریب کرنا اور حقیقت تک رسائی کے لیے استعمال ہوتا ہے جب کہ موجودہ فقہی اصطلاح میں چند مقرر کردہ اُصولوں کے ذریعے دو بہ ظاہر باہم متعارض اور قوت و ثبوت میں یکساں نصوص اور احکام کے مابین تاویل کر کے اس طرح مطابقت و موافقت پیدا کرنا کہ دونوں کے درمیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بظاہر تعارض رفع ہو جائے اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر درست سمجھے جائیں۔

تطبیق اور تلفیق میں فرق

''تلفیق'' ''لفق'' سے مشتق ہے جس کا معنی:

الف- کپڑے کے دونوں کونوں یا دونوں سروں کو ملا کر یا دو کپڑوں کو ملا کر سی دینا۔

ب- بات کو جھوٹ اور باطل سے مزین کر کے پیش کرنا اور

ج- کسی چیز کو طلب کرنا اور نہ پانا ہے۔

اسی سے ''تلفاق'' مشتق ہے جس سے مراد وہ دو کپڑے ہیں جن کو ملا کر سی دیا گیا ہو جب کہ ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ''لفاق'' کہا جاتا ہے۔(۶)

امام جوہری نے ''کپڑے کے دو سروں کو ملا کر سی دینا'' کے معنی کے علاوہ ان معانی میں بھی استعمال کیا ہے:

"تلافق القوم، تلاء مت أمورهم"

''یعنی ''تلافق القوم'' اُس وقت استعمال ہوتا ہے جب اُن کے معاملات قابل ملامت ہو جائیں۔''

اور ''احادیث مُلفّقہ'' کو ''اکاذیب مزخرفۃ'' (بنا سنوار کر پیش کیے گئے جھوٹ) کے مفہوم میں استعمال کیا ہے۔(۷)

تطبیق کی طرح لفظ ''تلفیق'' کا استعمال بطور معروف اور مروج فقہی اصطلاح کے متقدمین فقہاء کے ہاں نہیں ملتا۔ البتہ متاخرین فقہاء نے اسے موجودہ معروف اور مروج معانی میں استعمال کیا ہے مثلاً:

علامہ سعید البانی لکھتے ہیں:

"التلفيق: هو الاتيان بكيفية لا يقول بها مجتهد" (۸)

تلفیق'' عبارت ہے (کسی عمل میں) ایسی کیفیت پیدا کرنے سے، جس کا کوئی بھی مجتہد قائل نہ ہو۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اس کا معنی یہ ہے کہ کسی عمل کو کئی فقہی مذاہب کی تقلید سے ترتیب دیا جائے اور کسی ایسے معاملے میں، جس کے کئی ارکان یا جزئیات ہوں، دو یا دو سے زیادہ ائمۂ مجتہدین کے اقوال کو لے لیا جائے جس سے ایسی مرکب حالت (ملغوبہ) بن جائے جس کا کوئی امام بھی قائل نہ ہو، نہ وہ امام جس کا ''ملفق'' مقلد ہے اور نہ وہ امام جس کے مذہب کی طرف وہ منتقل ہوا ہے ان میں سے ہر ایک امام ایسی مرکب حقیقت کے باطل ہونے کا اقرار کرتا ہو۔'' (۹)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا کرنے والے کے بارے میں عبدالغنی النابلسیؒ فرماتے ہیں:

”و متی عمل عبادة أو معاملة ملفقة أخذ لها من کل مذهب قولاً لا یقول بها صاحب المذهب الآخر فقد خرج عن المذاهب الأربعة و اخترع له مذهباً خامساً فعبادته باطلة و معاملته غیر صحیحة وهو متلاعب فی الدین و غیر عامل بمذهب من مذاهب المجتهدین لأنه لوسئل کل مفتٍ من اهل المذاهب الأربعة فلا یسوغ له أن یفتی بصحة تلك العبادة أو المعاملة لفقد شروط صحتها عنده“(۱۰)

”اور جب کوئی شخص اس طرح کی تلفیق شدہ عبادت یا معاملہ کرے، جس کے لیے ہر مذہبِ فقہ سے وہ قول لے لے جس کا دوسرے مذہب کا مجتہد قائل نہ ہو تو ایسا کرنے سے وہ مذاہبِ اربعہ سے باہر نکل گیا اور اُس نے ایک نیا پانچواں مذہبِ فقہ اختراع کرلیا۔ پس اُس کی تلفیق شدہ عبادت باطل اور معاملہ غیر صحیح ہوگا اور وہ ”تلاعب فی الدین“ کا مرتکب ہوگا اور مذاہبِ مجتہدین سے ہٹ کر ایک نئے مذہبِ فقہ کا عامل قرار پائے گا کیونکہ مذاہبِ اربعہ میں سے کسی بھی مذہبِ فقہ کے مفتی سے سوال کیا جاتا تو وہ مذکورہ بالا عبادت اور معاملہ کو درست ہونے کی مطلوبہ شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے اُس کے جواز کا کبھی بھی فتویٰ نہ دیتا۔“

مثلاً عبادات میں تلفیق کی ایک مثال یہ ہے کہ کوئی آدمی وضو میں سر کے بعض حصے کے مسح کرنے پر اکتفا کرنے میں امام شافعیؒ کی تقلید کرے۔ پھر اجنبی عورت کے لمس سے وضو کے عدم نقض میں امام ابوحنیفہؒ یا امام مالکؒ کی تقلید کرے پھر اس وضو سے نماز ادا کرلے تو اس وضو کی صحت کا جس سے اُس نے نماز ادا کی ہے، ائمۂ ثلاثہ میں سے کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ کیونکہ امام شافعیؒ لمس المرأة کو ناقض وضو قرار دیتے ہیں جب کہ امام ابوحنیفہؒ ”ربع الرأس“ کے مسح نہ ہونے اور امام مالکؒ پورے سر کا مسح نہ ہونے کے باعث ایسے وضو کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔(۱۱)

احوال شخصیہ میں اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص نکاح کے مسئلے میں مختلف مذاہبِ فقہ کی آراء پر عمل کرتے ہوئے کسی عورت سے اس طرح عقدِ نکاح کرے کہ اس میں نہ ولی کی اجازت ہو، نہ حق مہر مقرر ہو اور نہ وقتِ نکاح گواہ موجود ہوں۔ تو ایسا نکاح جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ اجماع کے خلاف ہے اور اس کے جواز کا کوئی بھی امام قائل نہیں ہے۔(۱۲)

بعض فقہاء نے نفسانی خواہشات کے تحت مذہبی رخصتوں کی تلاش کو تلفیق قرار دیا ہے لیکن یہ فرق ذہن میں رہنا چاہیے کہ یہاں رخصت سے مراد وہ رخصت نہیں ہے جو اہلِ اُصول کے نزدیک معروف و متداول ہے اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ رخصت عزیمت کی ضد ہے (مثلاً حالتِ سفر میں روزہ نہ رکھنے اور نمازِ قصر کی رخصت) کیونکہ وہ رخصت جو اہلِ اُصول کے نزدیک معروف ہے وہ کتاب وسنت سے ثابت ہے اور اس میں اہلِ اصول اور فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے یہاں تتبع رُخص کا، مطلب یہ ہے کہ انسان ہر مسئلے میں فقہاء ومجتہدین کے مذہب اور اقوال میں سے اس قول کو اختیار کرے جو زیادہ آسان ہو اور معروف ائمۂ مجتہدین میں سے کسی امام کے مذہب کا پابند نہ رہے اور اس انتخاب واختیار کی بنیاد دلائل کی قوت یا ورع وتقویٰ اور احتیاط پر نہ ہو بلکہ اس کے اختیار کرنے کی بنیاد محض تخفیف ویُسر، سہولت اور ہوائے نفس ہو۔ (۱۳)

مندرجہ بالا بحث سے یہ امر واضح ہوجاتا ہے کہ تطبیق دو باہم متعارض اُمور کے مابین تعارض کو رفع کرنا اور تلفیق خواہشاتِ نفسانی کے پیش نظر تتبع رُخص سے عبارت ہے۔ ظاہر ہے کہ تطبیق ایک مبارک اور محمود فعل ہے اور تلفیق ایک نامبارک اور غیر محمود عمل ہے۔

تلفیق اور فقہاء کا اختلاف

تلفیق کے تاریخی پسِ منظر اور متاخرین فقہاء کے مابین نقطہ ہائے نظر کے اختلاف سے متعلق صاحبِ اُسلوب محقق حافظ محمد سعد اللہ لکھتے ہیں:

> ''تلفیق کا مسئلہ قرونِ اُولیٰ یعنی صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں نظر نہیں آتا۔ یہ مسئلہ تقلید کے زمانے میں پیدا ہوا۔ جب مشہور مذاہب کے فقہاء نے دیکھا کہ اسلامی معاشرہ میں ورع و تقویٰ کی کمی ہے اور لوگوں میں خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کا سخت میلان پایا جاتا ہے۔ تو حالات میں تغیر کے باعث بہت سے فقہاء نے سد ذریعہ کے طور پر اور تشہی فسق و فجور اور شرعی احکام سے آزادی حاصل کرنے کے طبعی رجحان کو ختم کرنے کے لیے اوّلاً تقلید پھر مسلک معین کے التزام کو ضروری قرار دیا۔ (۱۴) دوسرے اس مسئلے کا تعلق جس طرح مسئلہ تقلید اور اس کے جواز وعدم جواز سے ہے اسی طرح کسی متعین مذہب کے لازم ہونے کے مسئلہ سے بھی ہے تو جن حضرات نے تقلید کو جائز اور کسی متعین مذہب کی پیروی کو لازم قرار دیا ہے ان کے نزدیک تلفیق ممنوع ہے اور جن لوگوں نے کسی متعین و خاص مسلک کے التزام کو ضروری قرار نہیں دیا ہے وہ تلفیق کے جواز کے قائل ہیں۔ اسی بنا پر فقہاء کے درمیان اس کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں اختلاف ہے۔ اکثر فقہاء کی رائے ہے کہ تلفیق ناجائز ہے کیونکہ تلفیق کے ساتھ تقلید صحیح نہیں ہے اور فقہاء کی ایک جماعت مطلقاً تلفیق کے جواز کی قائل ہے اور بعض فقہاء نے اس سلسلے میں ایک تیسرا قول اختیار کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے وہ یہ کہ تلفیق اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ وہ اس تتبع رخص تک نہ پہنچا دے جو فسق و فجور اور اباحت پسندی کا سبب ہو اور جن حضرات نے اس کی مشروط اجازت دی ہے انھوں نے اس کے مختلف شرائط ذکر کیے ہیں۔''(۱۵)

تطبیق کی فکری بنیادیں:

تطبیق و تلفیق کے معنی و مفہوم اور اُن کے مابین فرق واضح ہونے کے بعد یہ امر ثابت ہوجاتا ہے کہ تلفیق کے مسئلہ میں اکثر فقہاء کے تحفظات ہیں اور بجا ہیں تاکہ دین بازیچۂ اطفال نہ بن جائے ہاں شرعی ضرورت کے وقت فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے۔(۱۶) جب کہ مذاہبِ فقہ اور ان کے ائمہ کے مبنی برحق ہونے اور ان کے مابین تطبیق کے عمل کو جمہورِ ائمہ وفقہاء نے سراہا ہے اور بالخصوص امام شعرانی اور شاہ ولی اللہ نے غیبی اشارات اور حکمِ نبوی ﷺ کے مطابق جملہ مذاہبِ فقہ اور اُن کے مآخذ و مراجع میں عملاً تطبیق و توفیق پیدا کرکے اجتماعی فقہ کی تدوین کی راہیں کشادہ کردی ہیں اور الحمد للہ عالمِ اسلام میں اس حوالے سے قابل قدر کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔(۱۷)

جب ہم قرآن وسنت اور تعاملِ اسلاف میں غور وفکر کرتے ہیں تو تطبیق کے حوالے سے مندرجہ ذیل فکری بنیادیں سامنے آتی ہیں:

۱۔قرآن کریم

قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر صریح نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ دینِ اسلام اور شریعتِ محمدیہ ﷺ میں افتراقی اختلاف نہ صرف ناپسندیدہ بلکہ ممنوع ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرج اور عُسر کی بجائے یُسر اور سہولت پسندیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں جابجا وسعت و طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی نفی کی گئی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے کریم، رؤف، رحیم اور رحمٰن ہونے کا بھی اعلان فرمایا ہے۔ ذیل میں چند آیات ملاحظہ ہوں:

۱) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

> شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ(۱۸)
>
> ''تمہارے لیے (اللہ تعالیٰ نے) وہی دین مشروع فرمایا جس کا تاکیدی حکم اُس نے نوحؑ کو دیا تھا اور جس کی وحی ہم نے آپ ﷺ کی طرف کی ہے اور اسی کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو دیا تھا کہ تم دین کو قائم (نافذ) کرو اور اس میں تفرق وافتراق میں نہ پڑنا۔''

مندرجہ بالا آیت میں سابقہ جلیل القدر انبیاء و رسلؑ اور نبی رحمت ﷺ کے واسطہ سے اُن کی اُمتوں کو دین کے نفاذ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے تاکیدی حکم کے ساتھ انھیں تفرقہ و افتراق سے اجتناب کرنے کی واضح تاکید کی گئی ہے اس حکم سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ تفرق و افتراق، افراد کی سطح پر ہو یا معاشرہ اور قومی وملّی سطح پر، بہرحال اللہ تعالیٰ کے ہاں نہایت ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے۔

۲) ارشادِ ربانی ہے:

یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ(۱۹)

''اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔''

اس آیت مبارکہ میں دینِ اسلام کے مزاج کا پتہ چلتا ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو آسانی مطلوب ہے اور سختی غیر مستحسن ہے۔ اور اس آسانی کو اختیار کرنے کی اُس وقت تک اجازت ہے جب تک یہ خلافِ شرع اُمور کے ارتکاب تک نہ لے جائے۔ یہ یُسر اور آسانی گھر، مسجد، مکتب، سکول، کالج، یونیورسٹی، معاشرت، معیشت، سیاست اور دیگر شعبہ ہائے زندگی سب کو محیط ہے۔ ہاں اگر اس میں اتباع ہویٰ اور شریعت کی نافرمانی کا امکان ہو تو پھر روا نہیں ہوگی۔

۳) ارشادِ ربانی ہے:

وَ مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ(۲۰)

''اور اُس (اللہ تعالیٰ) نے تمھارے اوپر دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔''

اسلام میں تو تنگی اور حرج اس حد تک ناپسندیدہ ہے کہ مجلس کے آداب میں یہ بھی شامل ہے کہ ان میں وسعت و کشادگی پیدا کرو، اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں وسعت و کشادگی پیدا فرمائے گا۔ نبی رحمت ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں یہ دُعا کی کہ:

((اللھم من ولی من أمر أمتی شیأ فشق علیھم فاشقق علیه و ومن ولی من أمر أمتی شیأ فرفق بھم فارفق به)) (۲۱)

''اے اللہ! جسے میری اُمت کا والی بنایا جائے اور وہ میری اُمت پر سختی کرے تو تُو اُس پر سختی فرما اور جو میری اُمت کا والی بنایا جائے اور وہ اُن کے ساتھ نرمی کرے تو تُو اُس کے ساتھ نرمی فرما۔''

۴) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ(۲۲)

''پس تقویٰ اختیار کرو اللہ کا، جس قدر تمھاری استطاعت ہے۔''

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ حقیقت واضح ہے ہر شخص کی استطاعت متفاوت ہوتی ہے کچھ حضرات اہلِ عزیمت ہوتے اور کچھ اصحابِ رخصت۔جس کی جتنی استطاعت ہے اُس سے اتنا تقویٰ مطلوب ہے۔اب کسی کی صلاحیت شبِ زندہ دار ہونے کی ہے تو کسی کی محض فرض نمازیں ادا کرنے کی،کوئی گھر کا سارا مال راہِ الٰہی میں پیش کر دیتا ہے تو کوئی آدھا اور کوئی اپنے مال کا کچھ حصہ پیش کرتا ہے۔کسی کا گزارہ نانِ جویں پر ہے تو کوئی اچھے کھانے تناول کر رہا ہے۔کوئی صائم الدہر ہے تو کسی کو صرف رمضان کے فرض روزے رکھنے کی توفیق میسر ہوتی ہے اور کوئی ہر سال حج و عمرہ کی سعادت حاصل کرتا ہے تو کسی کو عمر بھر یہ سعادت حاصل نہیں ہو پاتی۔اس لیے صحابہ کرام اور ائمۂ مجتہدین میں سے جس کے قول پر بھی عمل پیرا ہوگا وہ ہدایت یافتہ شمار ہوگا کیونکہ ان حضرات کے قول بالرائے سے بری ہونے پر اجماعِ اُمت ہے۔

۵)ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا(۲۳)

اس آیتِ مبارکہ سے اس امر کی صراحت ہوتی ہے کہ ''تکلیف ما لا یطاق'' شرع میں روا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے کسی کی وسعت وطاقت سے بڑھ کر اُس پر ذمہ داری نہیں ڈالی ہے۔گویا احکامِ شرع کی تعمیل ہر کسی کے بس میں ہے۔اگر کوئی نہیں کرتا تو وہ گناہگار قرار پائے گا مثلاً حج کی فرضیت اور ادائیگی کو صاحبِ نصاب ہونے کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔روزہ کے لیے صحت مند ہونے اور سارے دن کی بھوک پیاس سہارنے کی صلاحیت ضروری ہے یہی وجہ ہے بچوں، بیماروں اور بوڑھوں پر (جو روزہ نہیں رکھ سکتے) پر روزہ فرض نہیں ہے اور نماز کے لیے مختلف آپشنز دیے گئے ہیں کہ کھڑے ہوکر ادا کریں اگر کھڑے ہوکر نماز کی ادائیگی سے کوئی قاصر ہے تو بیٹھ کر ادا کرنے کا حکم ہے۔بیٹھ کر ممکن نہ ہو تو لیٹ کر اشارے سے ادا کرنا لازم ہے۔

۶)ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ(۲۴)

''بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔''

اس کے مہربان اور رحیم ہونے کی وجہ سے توبہ کا دروازہ غرغرۂ موت سے پہلے تک کھلا ہوا ہے اور سچے دل سے توبہ کرنے والوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا جاتا ہے۔نیز مختلف گناہوں کے سلسلے میں جو کفارے مقرر کیے گئے ہیں اُن میں بھی تین تین اختیار دیے گئے ہیں تاکہ جو جس کی وسعت و طاقت ہو اُس کے مطابق عمل کرلے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ(۲۵)

''اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر گزار ہو جاؤ اور ایمان لے آؤ۔''

ایمان اور شکر گزاری دو ایسے وصف ہیں جن کی وجہ سے کبر و تکبر اور خود غرضی کی نفی ہوتی ہے جب کہ جذبۂ اُخوت کو فروغ ملتا ہے۔ ویسے تو سارے شکر گزار ہو جائیں تو اللہ کی قدرت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا اور سارے نافرمانی پر اُتر آئیں تو اُس کی قدرت میں کمی نہیں آسکتی۔

۸) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝ الَّذِىْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ(۲۶)

''اے (غافل) انسان! تجھے اپنے کریم رب کے بارے میں کسی چیز نے دھوکے میں مبتلا کر دیا ہے، جس نے تجھے وجود بخشا، تیرے اعضاء کو متساوی اور معتدل بنایا۔''

الغرض قرآن کریم میں ایسے سینکڑوں مقامات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مرحومہ پر اپنے لطف و کرم کا اظہار کیا ہے اور کسی جگہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ شریعت محمدیہ ﷺ پر عمل کرنا مشکل اور ناممکن ہے بلکہ اگر کوئی صمیم قلب سے اس پر عمل کرنا شروع کر دے تو اُس کے لیے یہ راہ اور آسان کر دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ فقہ رحمہم اللہ کے اختلافات کو رحمت قرار دیا گیا ہے کیونکہ ان میں یُسر اور سہولت ہے۔ اسی لیے امام شعرانیؒ، شاہ ولی اللہؒ اور دیگر اصحابِ علم نے ان اختلافات کے مابین تطبیق کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔

۲۔ حدیثِ نبوی ﷺ

دین میں یُسر اور تخفیف اور مختلف اُمور کے مابین تطبیق کے حوالے سے متعدد فرامینِ نبوی ﷺ ملتے ہیں جن میں سے چند ایک کا تذکرہ ذیل میں کیا جا رہا ہے:

۱) فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

((الدين يسر و لن يشاد هذا الدين أحد إلّا غلبه)) (۲۷)

''دین سہل ہے کوئی بھی اس دین میں سختی کا ارادہ نہیں کرے گا مگر یہ اُس پر غالب آ جائے گا۔''

گویا دین میں سہولت اور تخفیف مستحسن ہے اور اس سلسلے میں شدت اختیار کرنا اور لوگوں کو مشقت میں مبتلا کرنا ناپسندیدہ اور غیر مستحسن ہے۔ اور ایسا کرنے والا سخت وعید کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲) اسی سلسلے میں آپ ﷺ کا وہ فرمانِ مبارک، جو آپ ﷺ سمع وطاعت پر بیعت لیتے وقت ارشاد فرماتے تھے:

((فی المنشط والمکرہ)) (۲۸)

''کہ تمھاری سمع وطاعت پر یہ بیعت خوشگوار اور ناپسندیدہ اُمور میں لی جا رہی ہے لیکن اس حد تک جس کی تم استطاعت رکھتے ہو۔''

جب تک استطاعت ہے اُس وقت تعمیل ارشاد کا حکم ہے اور جب یہ استطاعت نہ رہے تو وہ حکم موقوف ہو جائے گا جیسے کوئی صاحب نصاب نہ رہے تو فرضیت زکوٰۃ اُس سے ساقط ہوجائے گی اور اسی طرح اگر کوئی صاحبِ استطاعت نہ رہے تو حج کی ادئیگی اُس سے موقوف ہوجائے گی۔

۳) ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((إذا أمرتكم بأمر فأتوا منه ما استطعتم)) (۲۹)

''جب میں تمھیں کسی امر کی ادائیگی کا حکم دوں تو اُس کو اس حد تک بجالاؤ جتنی تمھاری استطاعت ہے۔''

کسی بھی حکم شریعت کی ادائیگی استطاعت پر منحصر ہے۔ نبی رحمت ﷺ ''تکلیف ما لا یطاق'' کو ناپسند فرماتے تھے اور اگر آپ ﷺ کے سامنے کسی کے سخت رویے کی شکایت کی جاتی تو سخت غضبناک ہوتے تھے۔

۴) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((يسّروا ولا تعسّروا و بشّروا ولا تنفّروا))(۳۰)

''لوگوں پر آسانی کرو، سختی نہ کرو اور لوگوں کو خوشخبری دیا کرو (اچھے اچھے اُمور اور اُن میں پوشیدہ حکمتوں کی طرف متوجہ کیا کرو) اور انھیں متنفر نہ کیا کرو۔''

یعنی اگر دینِ حق کی طرف کسی کو دعوت دینے کا مرحلہ درپیش ہو تو ''حکمت'' اور ''موعظۂ حسنہ'' کے اُسلوب کو اپناؤ۔ اور جہاں کہیں بحث وجدال کی ضرورت محسوس ہو تو نہایت احسن اُسلوب میں دلائل دے کر قائل کرو۔ انسان کی فطرت ہے کہ اُمورِ بشارت کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اُسے سخت اُمور کی طرف بلایا جائے تو وہ اظہارِ تنفر کرتا ہے۔ اس لیے یہ حکم دیا گیا کہ اُسے ''اُمورِ بشارت'' کے ذریعے متوجہ کرو۔ جب وہ متوجہ ہوجائے گا تو اُس کے لیے مشکل اُمور بجالانا بھی آسان ہوجائے گا۔

ملا علی قاریؒ دین میں اختلاف کی تین اقسام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والاختلاف في الدين ثلاثة إقسام، أُحدها في أثبات الصانع و وحدانيته و إنكار ذلك

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کفر، و ثانیها فی صفاته و إنکارها بدعة و ثالثها فی أحکام الفروع المتحملة وجوهاً فهذا جعله الله تعالىٰ رحمة و کرامة للعلماء "(۳۱)

''دین میں اختلاف کی تین قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ صانع (اللہ تعالیٰ کے وجود) اور اس کی وحدانیت کا اثبات اور اس کا انکار کفر ہے۔ دوسرا یہ کہ اُس کی صفات کا اثبات اور اس کا انکار بدعت ہے اور تیسرا اختلاف فروع، جو مختلف وجوہ کا احتمال رکھتی ہوں، ان سے احکام کے استنباط و استخراج میں ہے اور یہی وہ اختلاف ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علماء کے لیے باعث رحمت و کرامت بنایا ہے۔''

۵) ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

((اختلاف امتی رحمة))(۳۲)

''میری اُمت کے مابین اختلاف رحمت ہے۔''

مندرجہ بالا حدیثِ نبوی ﷺ کی وضاحت، تفصیل کے ساتھ، اسی باب کی فصل اوّل گذر چکی ہے۔ تاہم یہ امر واضح ہے کہ یہ اختلاف، خلاف اور مخالفت کے معنی میں نہیں ہے، نہ اس سے مراد اُصولِ دین میں اختلاف ہے بلکہ یہ اُمور اجتہادیہ میں ہے جو فروع میں ہوتا ہے اور ائتلاف پر مبنی ہوتا ہے۔ اور ایسا اختلاف یقیناً رحمت ہوتا ہے کیونکہ اختلافِ رائے سے نئی راہیں کشادہ ہوتی ہیں، نئے زاویے سامنے آتے ہیں اور منزل تک رسائی آسان ہو جاتی ہے۔ اسی لیے تو پروردگار نے اُمت مسلمہ کے معاملات کیسے طے پائیں گے؟ کا لائحۂ عمل دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ(۳۳)

''اور اُن کے معاملات، اُن کے مابین باہمی مشاورت سے طے پائیں گے۔''

ظاہر ہے کہ مجلسِ شوریٰ (جس میں ہر میدان کے ماہرین علم و فن شامل ہوں) میں جملہ ارکانِ شوریٰ کی ایک رائے تو نہیں ہو سکتی لیکن مجموعی طور پر اندازہ ہو جاتا ہے کہ ہمارے حق میں کون سا اقدام بہتر ہے اور کون سا نقصان دہ؟ لیکن اس اختلاف رائے کے لیے اخلاص، للّٰہیت اور ائتلاف شرط ہے۔ اور جب کسی نتیجے پر پہنچ جائیں اور اُس کا فیصلہ ہو جائے تو اب سب پر عمل کرنا لازم ہے اور اسی کو ''اجماع'' کا نام دیا جاتا ہے اور اجماع کا مخالف ''ضالّ'' قرار پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمۂ مجتہدین باہمی اختلافِ رائے کے باوجود ایک دوسرے کا، نہ صرف احترام کرتے تھے بلکہ ایک دوسرے کو راہِ ہدایت پر گامزن تصور کرتے تھے اور ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے کے پیچھے نمازیں ادا کرتے تھے۔ اسی مجلس شوریٰ کے تصور کو لے کر امریکہ، مغرب اور دیگر ممالک میں ''تھنک ٹینک''(Think Tank) قائم کیے گئے ہیں۔

۳۔تعامل اسلاف

اختلاف وتطبیق کے حوالے سے اسلاف کا تعامل کیا تھا؟ اس حوالے سے چند اُمور کا تذکرہ دیا جا رہا ہے۔

۱- امام سفیان ثوریؒ لفظ ''اختلاف'' کے استعمال کو ناپسند فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے:

"لا تقولوا اختلف العلماء فی کذا و قولوا قد وسّع العلماء علی الأمة بکذا"(٣٤)

''یہ نہ کہا کرو کہ اس امر میں علماء نے اختلاف کیا ہے بلکہ یہ کہا کرو اس امر میں علماء نے اُمت کے لیے توسیع کی ہے۔''

کیونکہ ائمۂ مجتہدین کا باہمی فروعی اختلاف اُمت کے حق میں تیسیر، وسعت اور سہولت کا باعث ہے وہ لفظ ''اختلاف'' کے استعمال سے اسی لیے روکتے تھے کہ کہیں اس سے عوام خلافِ مقصود اختلاف نہ سمجھ بیٹھیں۔

۲- امام شافعیؒ کا فرمان ہے:

"إنّ إعمال الحدیثین أو القولین بحملهما علی حالین أولی من إلغاء أحدهما"(٣٥)

''دو (بظاہر متعارض) حدیثوں یا اقوال پر اس طرح عمل کرنا کہ انھیں مختلف حالتوں پر محمول کیا جائے اس سے کہیں بہتر ہے کہ ان میں سے ایک پر عمل کیا جائے اور دوسرے پر عمل کرنے سے روک دیا جائے۔''

۳- امام عبدالوہاب شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ تطبیق کی کاوش کرنے والے علماء کو جاہل کہنا دروغ گوئی ہے اور ایسا کہنے والا خود جاہل ہے بلکہ شریعت پر کامل عمل اُس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ جملہ ائمۂ مجتہدین کے اقوال و اجتہادات کو سامنے رکھ کر قرآن و سنت اور اجماعِ اُمت کے ساتھ توفیق وتطبیق نہ دی جائے۔ حضرت علی خواصؒ فرماتے ہیں:

"لا یکمل لمؤمن العمل بالشریعة کلها وهو مقلّد بمذهب واحد أبداً"(٣٦)

''کسی بھی صاحبِ ایمان کے لیے شریعت پر کامل طور پر عمل، کسی ایک مذہبِ فقہ کا مقلّد رہ کر، ہمیشہ کے لیے ناممکن ہے۔''

امام شعرانی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهو کلام نفیس فان الشریعة إنما تکمل إحکامها بضمّ جمیع الأحادیث والمذاهب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بعضها إلى بعض حتى تصير كأنها مذهب واحد ذومرتبين"(۳۷)

''(شیخ علی خواصؒ کا) یہ نہایت نفیس کلام ہے کیونکہ شریعت کے احکام اُسی وقت ہی درجۂ کمال کو پہنچ سکتے ہیں جب جملہ احادیث مبارکہ اور مذاہبِ فقہ میں سے بعض کو بعض کے ساتھ اس طرح ملا دیا جائے کہ وہ دومرتبوں (عزیمت ورخصت) پر مشتمل ایک مذہبِ فقہ ہوجائے۔''

امام شعرانی اس امر کی بھی وضاحت کرتے ہیں کہ میرے نظریۂ تطبیق پر مشتمل میری تالیف ''المیزان الکبریٰ'' کا اُس وقت تک یہ کہہ کر انکار نہ کردو کہ:

"كيف يصحّ بفلان الجمع بين جميع المذاهب و جعلها كأنها مذهب واحد من غير إن تنظر فيها أو تجتمع بصاحبها فان ذلك جهل منك و تهوّر فى الدين بل اجتمع بصاحبها و ناظره فان قطعك بالحجة وجب عليك الرجوع إلى قوله ولو لم يسبقه أحد إلى مثله"(۳۸)

''فلاں شخص کے لیے کیسے یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ جملہ مذاہبِ فقہ کے مابین جمع وتطبیق کرکے اُسے ایک ہی مذہبِ فقہ بنا دے۔ جب تک کہ تو اُس (کی کتاب ''المیزان الکبریٰ'') میں غور وفکر نہ کرلے یا اُس کے مصنف سے ملاقات نہ کرلے کیونکہ ایسا کرنا تیری جہالت اور دین کے معاملے میں بے باکی پر مبنی ہے۔ بلکہ اس کے مؤلف سے ملاقات کر اور مناظرہ کرلے اگر وہ دلیل کے ساتھ تجھے خاموش کرادے تو پھر تیرے اوپر اپنے نکتۂ نظر سے رجوع کرکے مؤلف میزان کے نقطۂ نظر کو اپنا لینا واجب ہوگا۔ اگرچہ اس سے پہلے اس طرح (تطبیق وتوفیق) کا کارنامہ کسی اور نے سرانجام نہ بھی دیا ہو۔''

اس کے بعد امام شعرانیؒ بغیر تحقیق کیے کسی پر جہالت کا الزام لگانے کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"و إياك أن تقول: إن واضع هذه الميزان جاهل بالشريعة فتقع فى الكذب فانه إذا كان مثله يسمّى جاهلاً مع قدرته على توجيه إحكام جميع أقوال المذاهب فما بقى على وجه الأرض الآن عالم، وقد قال الامام محمد بن مالك: و إذا كانت العلوم منحاً إلٰهية و اختصاصات لدنية فلا بدع أن يدخر الله تعالى بعض المتأخرين ما لم يطلّع عليه أحد من المتقدمين"(۳۹)

''اور (اے مخاطب!) تجھے اس اَمر سے بھی گریز کرنا چاہیے کہ اس میزان کے مؤلف پر جہالت کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الزام لگائے کیونکہ یہ محض دروغ گوئی ہے۔ اگر ایسا شخص جو تمام ائمۂ مجتہدین کے اقوال کی ایسی توجیہ کردے، جس سے باہمی تخالف رفع ہوجائے تو پھر اب روئے زمین پر کوئی ایک فرد بھی اس قابل نہ رہے کہ اُسے عالم کہا جائے اور امام محمد بن مالکؒ نے فرمایا ہے کہ علوم جب انعاماتِ الٰہیہ اور اُس کے خاص احسانات ہیں تو لازم ہے کہ اُس پروردگار نے علماء متاخرین کے لیے ایسے اُمور رکھ چھوڑے ہوں جن کے عرفان کا شرف متقدمین کو حاصل نہ ہوا ہو۔"

کسی امر کو علماء متقدمین کا نہ کرنا اور متاخرین کا اس کارنامہ کو سرانجام دینا، اُس کے غلط ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا بلکہ فیاضِ ازل کی ابدی فیاضی کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔

۴۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ تطبیق کے حوالے سے اپنا نقطۂ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إن العبد إذا سلك مقامات القوم متقيداً بمذهب واحدٍ لا يرى غيره فلابد إن ينتهى به ذلك المذهب إلى العين التى أخذ إمامه منها اقواله، وهناك يرى أقوال جميع الأئمة تغترف من بحرٍ واحدٍ فينفك عنه التقيد بمذهبه ضرورة و يحكم بتساوى المذاهب كلها فى الصحة خلاف ما كان يعتقده قبل ذلك"(٤٠)

"کہ بندہ جب مذہبِ معین کی پابندی کرتے ہوئے قوم (صوفیاء کرام) کے مقامات طے کرلیتا ہے اس طرح کہ وہ اُس کے علاوہ کسی اور مذہبِ فقہ کا معتقد نہ ہو تو وہ مذہبِ فقہ ضرور اُسے اُس سرچشمہ تک پہنچا دے گا جہاں سے اُس کے امام نے اپنے اقوال (اور ان کے دلائل) حاصل کیے ہیں اور وہاں اُسے یقین ہوجائے گا کہ جملہ ائمۂ مجتہدین ایک ہی دریا سے اپنا اپنا حصہ پاتے ہیں۔ پھر ایک مذہب کی پابندی (اور دوسرے مذہبِ فقہ کی نفی) ضرورتاً اُس سے جدا ہوجائے گی اور وہ اپنے سابق نقطۂ نظر کے برعکس جملہ مذاہبِ فقہ پر صحت کے اعتبار سے یکساں حکم لگائے گا۔"

۵۔ شیخ بدرالدین زرکشی نے اپنی کتاب "القواعد فی الفقہ" کے آخر میں لکھا ہے کہ اگر کسی امر میں رخصت بھی ہو اور عزیمت بھی تو ان دونوں پر عمل کرانا مقصود ہوتا ہے اور جب مکلّف رخصت پر اس نیت سے عمل کرے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ہے تو وہ بہت بہتر ہے جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

((إن اللّٰه يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه))(٤١)

"اللہ تعالیٰ رخصتوں پر عمل کرنے کو اُسی طرح پسند فرماتا ہے جس طرح کہ اپنی عزیمتوں پر عمل کرنے کو۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ زرکشی کہتے ہیں کہ شریعت کا مقصود اتفاق ہے اور اگر کسی امر میں اختلاف ہو بھی جائے تو حتی الوسع اتفاق کی طرف لوٹایا جائے جیسا کہ ائمۂ ورع وتقویٰ کا معمول ہے۔(۴۲)

مذاہبِ اربعہ کے مطابق فتویٰ دینے والے علماء:

امام شعرانیؒ نے ''المیزان الکبریٰ'' جلد اوّل میں اُن علماء وفقہاء کے نام ذکر کیے ہیں جو مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی) کے مطابق افتاء جاری کرتے تھے۔فرماتے ہیں:

"وقد بلغنا إنه كان يفتى الناس بالمذاهب الأربعة الشيخ الامام الفقيه المحدث الأصولى الشيخ عبدالعزيز الديرينى و شيخ الاسلام عز الدين بن جماعة المقدسى والشيخ العلامة الشيخ شهاب الدين البرلسى الشهير بابن الاقيطع رحمهم الله والشيخ على النبتيتى الضرير و نقل الشيخ الجليل السيوطى رحمه الله عن جماعة كثيرة من العلماء أنهم كانوا يفتون الناس بالمذاهب الاربعة لا سيما العوام الذين لا يتقيدون بمذهب ولا يعرفون قواعده ولا نصوصه و يقولون حيث وافق فعل هؤلآء العوام قول عالم فلا بأس به"(٤٣)

''اور ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ لوگوں کو مذاہبِ اربعہ کے مطابق مندرجہ ذیل علماء فتویٰ دیتے تھے:

۱) شیخ، امام، فقیہ، محدث، مفسر، اُصولی، شیخ عبادالعزیز الدیرینیؒ

۲) شیخ الاسلام عزالدین بن جماعۃ المقدسیؒ

۳) شیخ، علامہ، شیخ شہاب الدین البرلسیؒ، جو کہ ابن الاقیطع کے نام سے معروف ہیں۔

۴) شیخ علی النبتیتی الضریرؒ

امام جلال الدین سیوطیؒ نے علماء کی جماعت کثیرہ سے نقل کیا ہے کہ وہ سب لوگوں کو مذاہبِ اربعہ کے ساتھ فتویٰ دیتے تھے۔خصوصاً وہ عوام الناس جو کسی معین فقہی مذہب کے پابند نہیں ہیں اور نہ اُس کے قواعد ونصوص کی معرفت رکھتے ہیں۔ اور اُن کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارا فعل تمام علماء میں سے کسی بھی عالم کے قول اور فتویٰ کے مطابق ہو جائے تو وہ صحیح اور درست ہے۔''

اس کے بعد امام شعرانیؒ نے ان علماء کے مذاہبِ اربعہ کے ساتھ افتاء جاری کرنے کی توجیہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان علماء کو جو مذاہبِ اربعہ کے ساتھ لوگوں کو فتویٰ دیتے تھے، شریعت اُولیٰ کے سرچشمہ سے آگاہ کر دیا ہو اور ائمۂ مجتہدین کے جملہ اقوال وفتاویٰ کا اسی سرچشمہ سے منشعب ہونے کا ان کو مشاہدہ کرا دیا ہو اور وہ لوگوں کو میزان کے دونوں مرتبوں کے لحاظ سے فتویٰ دیتے ہوں۔ کیونکہ ایسے اصحابِ علم و افتاء حضرات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ائمۂ مجتہدین کے وارث اور قائم مقام ہیں کہ جس طرح خود امام اپنے اقوال کے دلائل سے مکمل طور پر آگاہ ہیں اسی طرح یہ حضرات اُن دلائل کی معرفت بھی رکھتے ہیں اور علماء سلف میں ایک جماعت گذر چکی ہے جن کو اجتہاد مطلق نسبتی(۴۴) حاصل تھا مثلاً شیخ ابومحمد الجوینیؒ اور امام ابن عبدالبر مالکیؒ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ امام ابومحمد جوینیؒ نے ایک کتاب ''المحیط'' تصنیف کی ہے جس میں کسی مخصوص مذہبِ فقہ کے پابند نہیں ہوئے (بلکہ جملہ مذاہبِ فقہ کو سامنے رکھ کر تصنیف کی ہے) اسی طرح علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ بھی فرماتے تھے کہ ''کل مجتہد مصیب'' (ہر صاحبِ اجتہاد حق کو پہنچنے والا ہے۔) یا تو ان ہر دو حضرات کا مذکورہ قول اور فعل اس وجہ سے صادر ہوا ہوگا کہ وہ شریعتِ مطہرہ کے اصل سرچشمہ پر آگاہ ہوگئے ہوں گے اور معلوم کرلیا ہوگا کہ تمام علماء کے اقوال اسی سے متفرع ہیں، جس طرح ہم (امام عبدالوہاب شعرانیؒ) جان گئے۔ الحمد للہ تعالیٰ اور یا اس وجہ سے انھوں نے یہ فرمایا ہو کیونکہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے مجتہد کے قرآن وسنت سے مستنبط کردہ حکم کی تقریر وتصویب فرمائی ہے۔(۴۵)

مذاہبِ اربعہ کے ساتھ فتویٰ دینے والے علماء کے لیے لازم ہے کہ ہر امام کے نزدیک جو قول ارجح اور قوی ہو، اُس کی معرفت ہونی چاہیے تاکہ مقلدین کو فتویٰ دے سکے۔ ہاں اگر مفتی کو یہ معلوم ہو کہ سائل اور مستفتی کو میرے علم اور دین و ورع پر کامل اعتماد ہے کہ میں اُسے جو بھی فتویٰ دوں گا اس کے لیے انشراح صدر کا باعث ہوگا تو اُس وقت وہ مرجوع اور ضعیف قول کے ساتھ بھی فتویٰ دے سکتا ہے۔(۴۶)

مندرجہ بالا بحث سے درج ذیل اُمور واضح ہوتے ہیں:

۱- تطبیق اور تلفیق میں یہ فرق ہے کہ تطبیق میں اُمورِ مختلفہ کے درمیان تخالف رفع کر کے ان کے مابین توافق و تطابق پیدا کیا جاتا ہے اور یہ عند اللہ مستحسن ومطلوب ہے۔ جب کہ تلفیق میں صرف اتباعِ ہویٰ اور اپنی غرض مقصود ہوتی ہے۔ ہاں اگر شدید شرعی ضرورت ہو تو اس کی اجازت ہے۔

۲- تطبیق، ایک مبارک ومحمود فعل ہے جس کی تائید قرآن وسنت اور تعاملِ اسلاف سے ہوتی ہے۔

۳- مذاہبِ اربعہ کے ساتھ افتاء جاری کرنا، زمانہ ماضی میں علماء کا معمول رہا ہے اور اس کے لیے لازم ہے کہ سائل اور مستفتی کے حال کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ اگر وہ مقلد ہے تو اُسے اُس کے امام کے نزدیک ارجح اور قوی قول کے مطابق فتویٰ دیا جائے اور اگر اُسے مفتی کے علم، دیانت اور ورع پر کامل اعتماد ہے تو وہ اس کی حالت کے پیش نظر راجح ومرجوح اور قوی وضعیف میں سے جو قول اُس کے حق میں بہتر ہو، اُس کے مطابق افتاء جاری کرسکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات وحواشی

(۱) (i) ابن منظور، الافریقی، لسان العرب، الریاض: دار النفائس، ط-۳ (۱۹۹۹ء) (تحت مادۃ طبق)، ۸/۱۸۱-۱۸۲/۱۲۰۴۔ (ii) القاموس المحیط، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ط-۳، (۱۹۹۳ء)، باب القاف، فصل الطاء، ص۱۱۶۵-۱۱۶۶۔

(۲) لسان العرب، (تحت مادۃ طبق)، ۸/۱۲۱-۱۲۴۔

(۳) الجوہری، ابو نصر، اسماعیل بن حماد، الصحاح، بیروت: دار الفکر، ط-۱ (۱۹۹۸ء)، باب القاف، فصل الطاء، ۲/۱۱۴۷-۱۱۴۸۔

(۴) ابو الحسین، محمد بن فارس بن زکریا (۳۹۵ھ)، معجم مقاییس اللغۃ، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ط-۱ (۲۰۰۱ء)، کتاب الطاء، باب الطاء والباء وما یثلثہما، ص۶۰۷۔

(۵) الدکتور روحی البعلبکی، المورد، (عربی-انکلیزی)، بیروت: دار العلم للمابیین، ط-۱۹ (مایو ۲۰۰۵ء)، ص۳۳۱۔

(۶) لسان العرب، (تحت مادۃ لفق)، ۱۰/۳۳۰ (ii) القاموس المحیط، ۱۱۸۶-۱۱۸۷۔

(۷) الصحاح، باب القاف، فصل اللّام، ۲/۱۱۷۴۔

(۸) محمد سعید البانی، العلامۃ، عمدۃ التحقیق فی التقلید والتفلیق، ص۹۱۔

(۹) (i) وہبۃ الزحیلی، دکتور، اصول الفقہ الاسلامی، دمشق: دار الفکر، (۱۹۹۷ء)، ۲/۱۱۴۲۔ (ii) وہبۃ الزحیلی، دکتور، الفقہ الاسلامی وأدلتہ، ۱/۱۰۶۔

(۱۰) النابلسی، عبد الغنی، خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم التقلید و والتلفیق، استانبول: مکتبۃ ایشیق، (۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)، ص۱۸۔

(۱۱) اصول الفقہ الاسلامی، ۲/۱۱۴۳۔

(۱۲) خلاصۃ التحقیق فی بیان حکم التقلید و والتلفیق، ص۲۲۰۔

(۱۳) السفارینی، محمد بن احمد، التحقیق فی بطلان التلفیق، ریاض: دار الضمینی، (۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۸ء)، ص۱۳۵۔

(۱۴) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: عقد الجید فی أحکام الاجتہاد والتقلید۔ (مقالہ نگار)

(۱۵) حافظ محمد سعد اللہ، فقہی مسالک میں تلفیق وتطبیق — ایک تحقیقی جائزہ (غیر مطبوعہ مقالہ ایم فل)، اسلام آباد: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (۲۰۰۳)، ص۳۵۔

(۱۶) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المیزان الکبریٰ، ۱/ ۴۹-۵۴۔

(۱۷) تفصیل کے لیے دیکھیے: (i) اجتماعی اجتہاد — تصور، ارتقاء اور عملی صورتیں (ترتیب و تدوین: محمد طاہر منصوری)،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، ط-۱ (۲۰۰۷ء) (ii) حافظ محمد زبیر، عصر حاضر میں اجتماعی اجتہاد — ایک تجزیاتی مطالعہ (مقالہ پی ایچ ڈی)، ۲۰۱۰ء، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

(۱۸) سورۃ الشوریٰ (۴۲):۱۳۔

(۱۹) سورۃ البقرہ (۲):۱۸۵۔

(۲۰) سورۃ الحج (۲۲):۷۸۔

(۲۱) صحیح مسلم، کتاب الأمارۃ، باب فضیلۃ الامام العادل۔

(۲۲) سورۃ التغابن (۶۴):۱۶۔

(۲۳) سورۃ البقرہ (۲):۲۸۶۔

(۲۴) سورۃ الحج (۲۲):۶۵۔

(۲۵) سورۃ النساء (۴):۱۴۷۔

(۲۶) سورۃ الانفطار (۸۲):۶،۷۔

(۲۷) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قیام لیلۃ القدر۔

(۲۸) ایضاً، کتاب الاحکام، باب یبایع الامام الناس۔

(۲۹) النسائی، السنن، کتاب الصیام، باب المریض یفطر۔

(۳۰) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم۔

(۳۱) ملاعلی القاری، مرقاۃ المفاتیح، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، ط-۱ (۱۴۲۲ھ)، ۳۸۵۳/۹۔

(۳۲) محوّلہ بالا۔

(۳۳) سورۃ الشوریٰ (۴۲):۳۸۔

(۳۴) الشعرانی، عبدالوہاب، المیزان الکبریٰ، بیروت: دارالکتب العلمیۃ، (۲۰۰۹ء)، ۳۳/۱۔

(۳۵) محوّلہ بالا۔

(۳۶) ایضاً، ۳۵/۱۔

(۳۷) محوّلہ بالا۔

(۳۸) ایضاً، ۱۸/۱۔

(۳۹) ایضاً، ۱۸/۱۔

(۴۰) ایضاً، ۲۰/۱۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۴۱) صحیح ابن حبان، کتاب البرّ ، باب الأ خبار عما یستحب للمرء۔

(۴۲) المیزان الکبریٰ، ۱/۲۱۔

(۴۳) ایضاً۔

(۴۴) اجتہاد کی دو قسمیں ہیں: (۱) اجتہاد مطلق غیر نسبتی، جیسا کہ ائمہ اربعہ کا اجتہاد۔ کچھ اور لوگوں نے بھی اس درجہ اجتہاد کا دعویٰ کیا لیکن اسے تلقی بالقبول حاصل نہ ہوسکا۔ (۲) اجتہاد مطلق نسبتی، جیسا کہ ائمہ اربعہ کے تلامذہ اور مقلدین علماء کا اجتہاد۔ (المیزان الکبریٰ، ۱/۲۱-۲۲)۔

(۴۵) المیزان الکبریٰ، ۱/۲۲۔

(۴۶) ایضاً، ۱/۴۹-۵۴۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com